

Journal of Religion & Society (JR&S)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

<https://doi.org/10.5281/zenodo.17702188>

An Analytical and literary study of the Quranic Commentary and the Interpretation of the Quran

تفسیر معارف القرآن و تفسیر بیان القرآن کے احکامی تفسیری ادب کا تجزیاتی و ادبی مطالعہ

Asima Qayyum

M.Phil Scholar, Department of Quran & Tafsee, The Islamia University of Bahawalpur

Email: asima21983@gmail.com

Anam Jamil

M.Phil Scholar, Department of Quran & Tafsee, The Islamia University of Bahawalpur

Email: missanum86@gmail.com

Dr Taswar Hussain

Lecture Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Email: taswar.hussain@iub.edu.pk

Abstract

"The Holy Quran is the final divine and revolutionary book revealed by Allah Almighty. It was sent down to transform the lives of human beings. Without this sacred guidance, creation cannot truly recognize or understand its Creator."

"The Holy Quran is a source of guidance for all human beings. It encompasses all matters related to human life, from birth to death. Moreover, the possibility of any distortion in it has been eliminated until the Day of Judgment." "The Holy Qur'an is a treasure trove of knowledge, from which scholars extract insights according to their individual capacities. Allah Almighty has revealed two primary types of verses within it. One category consists of clear commands and legal rulings. The other encompasses a broad range of themes, including monotheism (Tawheed), prophethood, exhortation and guidance, warnings and admonitions, narratives and parables, vivid depictions of the Day of Judgment, and detailed descriptions of Paradise and Hell. Each type serves a divine purpose, addressing the intellect, spirit, and moral compass of humanity." "Approximately five hundred verses in the Holy Qur'an pertain to legal rulings, the details of which have been thoroughly explained by jurists and commentators. Over the centuries, countless translations and interpretations of the Qur'an have been produced in various languages—an immense blessing for the Muslim Ummah. Allah Almighty has instilled such wisdom and flexibility in the rulings of the Qur'an and Sunnah that they continue to offer guidance for issues that arise up to the Day of Judgment. For this reason, the door of

ijtihad (independent legal reasoning) has remained open, allowing qualified scholars to address new challenges in light of the foundational principles of Islam." This is why the door of ijtihad has been kept open until the Day of Judgment—to address emerging issues in light of the Qur'an and Sunnah. In the present era, the Muslim Ummah is confronted with numerous unprecedented challenges. However, some scholars tend toward exaggeration or deviation when engaging in ijtihad directly from the Qur'an and Sunnah without proper methodology. Recognizing this, the three selected commentators have addressed various jurisprudential issues in their respective interpretations, offering insights that are particularly relevant to contemporary life. This article presents a research-based, comparative analysis of these selected verses across these three interpretations, focusing on the legal rulings derived from them and their application to modern contexts.

Keywords: Quranic Exegesis, Tafsir Studies, Literary Analysis, Interpretative Methodology, Quranic Hermeneutics

تمہید:

قرآن کریم اللہ کی آخری الہامی اور انقلابی کتاب ہے۔ جو پوری انسانیت کے لیے اللہ کی طرف سے رشد و ہدایت ہے۔ اس کا مخاطب نوع انسان ہے۔ اس کا خطاب تمام بنی نوع انسان کے لیے یکساں ہیں۔ لیکن اس کتاب سے مستفید ہونے کی صلاحیت سب کی یکساں نہیں ہوتی۔ قرآن کریم انسانوں کی زندگی میں تبدیلی لانے کے لیے نازل ہوا۔ اس کتاب کی بنا پر مخلوق اپنے خالق کو صحیح معنوں میں نہیں پہچان سکتی۔ چونکہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جو پیدائش سے لے کر موت تک انسان سے متعلقہ تمام امور پر محیط ہے۔ اور قیامت تک اس میں تحریف کے امکانات ختم ہو گئے ہیں۔ قرآن میں بے شمار علوم کا خزانہ ہے۔ جس سے علماء اپنی بساط کے مطابق مستفید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو قسم کی آیات نازل کی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم احکام پر مشتمل ہوتی ہے

جبکہ دوسری قسم کی آیات میں توحید، رسالت و اعظ و نصیحت، قصص، امثال، قیامت کی ہولناکیاں، جنت اور جہنم کے تذکرے شامل ہوتے ہیں۔ قرآن میں احکام سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً 500 سو کے قریب ہے۔ جن کی تفصیلات مفسرین نے اور فقہاء نے بیان کی ہے۔ قرآن پاک کے بے شمار تراجم اور تفاسیر مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ جو کہ مسلم امت کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔

مفسرین نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر و تشریح بیان کی ہے۔ اور مختلف علوم و فنون پر مشتمل تفاسیر لکھی ہیں۔ ان مفسرین میں فقہ کے ماہرین مفسرین بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے فقہی مسائل کو بیان کیا ہے۔ اور بعض نے احادیث اور اقوال تابعین کو سامنے رکھتے ہوئے تفاسیر لکھی ہیں۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کو بے شمار نئے مسائل کا سامنا ہو رہا ہے۔ ان سے پیدا ہونے والے نئے مسائل کے حل کے لیے قرآن اور سنت سے براہ راست اجتہاد کے حوالے سے اہل علم استفادہ کر رہے ہیں۔ اس لیے ان مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں ایسی فقہی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ جو عصر حاضر میں انسانوں کی ضرورت ہے۔ فقہی مفسرین نے قرآن مجید کی تفاسیر میں احکامات کو خاص توجہ دی ہے۔ اور انہیں علیحدہ علیحدہ طور پر بیان کیا ہے۔ ان مفسرین کی تفاسیر میں احکامات کا تفصیلی مطالعہ اور سمجھ انسان کو ان کی عملی زندگی میں ان کو پورا کرنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مفسرین کرام نے احکام القرآن پر مشتمل تفاسیر میں قرآن مجید کی مختلف آیات کو ان کے اصل موضوع کے مطابق تشریح کی ہے۔ یہ تشریحات انسان کو دینی، معاشی اور معاشرتی اور سیاسی میدانوں میں ہدایت فراہم کرتی ہے، ان مفسرین نے قرآن مجید کی آیات کو معاشرتی اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں لاگو کیا ہے۔ تاکہ انسان ان کی روشنی میں اپنی بہترین زندگی کو بہتر بنا سکے۔ اس طرح کی تفاسیر احکام القرآن کی سمجھ اور ان کی عملی اطلاق کے لیے بہت اہم ثابت ہوتی ہیں۔ اس سے انسان کو اپنی روزمرہ

کی زندگی کے مختلف معاملات میں احکام القرآن کی روشنی میں عمل کرنے کی سمجھ ملتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کو دینی اصولوں کے مطابق چلانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ زیر نظر مضمون ”تفسیر معارف القرآن و تفسیر بیان القرآن کے احکامی تفسیری ادب کا تجزیاتی و ادبی مطالعہ“ میں احکامی تفسیر پر ہونے والی علمی خدمات کا ادبی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بیان القرآن کا تعارف و اسلوب و منہج: حکیم الامت مجدد الملت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی مشہور تفسیر ”بیان القرآن“ کی بابت کچھ تحریر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بیان القرآن تمام علوم متعلقہ قرآن کریم کی جامع اور تفسیری علوم کی حادی نابعد روز گار تفسیر ہے۔ اس تفسیر سے حضرت تھانوی کی فقہی بصیرت اور جامعیت کے تمام پہلوؤں پر نظر عمیق کا ہم جیسے کم فہمیوں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ حکیم الامت نے اس میں بعض خاص تفسیری تحقیقات ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ اردو اور عربی محاورے کے دقیق فرض کو بھی ملحوظ رکھا ہے¹۔ حوالہ جات تفسیر بیان القرآن کا تعارف اور اسلوب و منہج: یہ ترجمہ و تفسیر مولانا اشرف علی تھانوی نے 1323ھ بمطابق 1905ء میں مکمل کیا تھا۔ جو پہلی مرتبہ 1326ھ 1908ء کو مطبہ مجتہائی دہلی سے 12 جلدوں میں شائع ہوا۔ اس تفسیر میں قرآنی متن کے نیچے اردو اور بقیہ صفحے پر تفسیر ہے۔ مولانا تھانوی کی تفسیر کی خوبی کا اختصار اور اعجاز ہے۔ کہ آپ حتی الامکان فلسفانہ مباحث اور اسرائیلیات سے بچتے تھے۔ اختلاف کی صورت میں صرف مذہب حنفی کو اختیار فرماتے ہیں۔ آپ کی تفسیر میں آیات بالایات، احادیث اور صحابہ کے اقوال پر مشتمل تفسیر یعنی تفسیر بالماثور ہے۔ حضرت تھانوی تفسیر کے دوران فقہی مسائل بیان کرنے کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ آپ چونکہ حنفی المذہب تھے۔ اس لیے احکام کے استخراج و استنباط میں حنفی مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ اجتہاد نہیں کرتے۔ بلکہ مسائل کے سلسلے میں اپنی تقلید و کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔²

تفسیر معارف القرآن کا تعارف و اسلوب و منہج: معارف القرآن مفتی محمد شفیع عثمانی کی اردو تفسیر ہے۔ جو کہ آٹھ جلدوں پر مبنی تفسیر ہے۔ تفسیر کے آغاز میں قرآن کی خصوصیات و الزامات کے تحت اپنے انداز اور اسلوب کو بیان کیا گیا ہے۔ معارف القرآن ایک اہم تفسیر ہے۔ یہ ایک آسان اور سادہ زبان میں قرآن کے بنیادی اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ تاکہ عام لوگ قرآن کے معانی اور احکامات کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ اس تفسیر کی خوبی یہ ہے۔ کہ اس میں عصر حاضر کے مسائل اور توجیہات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔۔ معارف القرآن کا اسلوب و منہج معارف القرآن کا اسلوب و منہج کی بات کریں۔ تو تفسیر معارف القرآن ایک خالص فقہی تفسیر ہے۔ جس میں عوام کی سہولت کے لیے روزمرہ کے مسائل پر بھرپور روشنی ڈالی جاتی ہے۔ آپ کی تفسیر میں عربی الفاظ کے معنی اور ان کی تشریح بیان کرنے کا بھی پورا اہتمام ہے۔ اس تفسیر کو سادہ، عام فہم، اور دل نشین انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معارف القرآن میں اسرائیلی اخبار و واقعات کا بھی استعمال بہت اعتدال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں احادیث کا بکثرت استعمال ہے۔ اس میں علماء اور فقہاء کے مذہب اور مسلک بیان کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ چونکہ حقیقت پسندانہ ہیں۔ اسی حقیقت پسندانہ شخصیت کی روشنی میں آپ مسائل بیان کرتے ہیں۔ تفسیر معارف القرآن جدید علوم کے ارتقا کے ساتھ ساتھ جوئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر قرآن پاک کی تعلیمات کی تشریح اور اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کے اسوہ حسنہ کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہ جس کو جدید تعلیم سے آراستہ لوگوں نے بخوشی قبول کیا ہے ان دونوں مفسرین نے قرآن پاک کی ایک طرف جدید انداز میں تفسیر کی ہے۔ بلکہ قرآن میں موجود احکامات کی نہایت فہمانہ انداز میں تشریح و توضیح بیان کی ہے۔ ان تفاسیر کی خصوصیات میں یہ بھی شامل ہے۔ کہ احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، تفسیر بالماثور،

1۔ اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول ص ۳

2۔ شاہد علی، ڈاکٹر سید، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ناشر مکتبہ قاسم العلوم، ملتان ص۔ ۱۵

احکامات وغیرہ کا عمدہ نمونہ پیش کیا گیا ہے۔³ اس زیر نظر مضمون میں قرآن کے احکامات کو دونوں مفسرین کے نقطہ نظر سے بیان کیا جاتا ہے۔ ان دونوں تفاسیر میں موجود احکامات و معاملات کا ادبی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ان دونوں مفسرین نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو مضبوط بنانے کے لیے نہایت مہذبانہ تفسیر بیان کی ہے۔ اور ناقابلِ تسخیر بنانے کے اصول وضع کیے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس بات پر تنبیہ کی ہے۔ کہ اہل کتاب اور دوسرے لوگ جو گمراہی میں مبتلا کرنے چاہتے ہیں۔ ان کی گمراہی سے باخبر رہ کر سے بچنے کا اہتمام کریں۔ قرآن فتنوں سے نکلنے والا ہے۔ اس بات کی اس آیت میں مفسرین نے بہت مہذبانہ انداز میں تفسیر بیان کی ہے

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا⁴
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے۔ مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑ لو۔ اور آپس میں تفرقے میں نہ پڑھو۔⁵

اس آیت کی تفسیر میں مولانا شفیع عثمانی مسلمانوں کی اجتماعی قوت کے دو اصول بیان کرتے ہیں۔ پہلا اصول تقویٰ اور دوسرا اصول باہمی اتفاق بتلاتے ہیں۔ آپ نے درج ذیل آیت میں پہلا اصول "تقویٰ" یعنی اللہ سے ڈرنا۔ جو چیزیں اللہ کو ناپسندیدہ ہے۔ ان سے بچنے کے بارے میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر میں تقویٰ لفظ کے معنی بچنے کے اور اجتناب کرنے کے بیان کیے ہیں۔ آپ نے تقویٰ کے کئی درجات بیان کیے ہیں۔ جن میں ادنیٰ درجہ کفر اور شرک سے بچنا ہے۔ آپ نے بیان کیا ہے۔ کہ تقویٰ کے اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان متقی ہو سکتا ہے۔ دوسرے درجے کے بارے میں آپ نے فرمایا وہ اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ آپ کے مطابق تقویٰ سے حاصل ہونے والے فضائل جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ وہ اسی قدر ہیں۔ جس قدر قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔ تیسرا درجہ جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ وہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے۔ جو انبیاء علیہ السلام اور ان کے خاص تابعین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام اپنے قلب کی ہر طرح سے حفاظت فرماتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے قلوب کو غیر اللہ سے بچاتے ہیں اور ہر کام اللہ کی یاد اور اللہ کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ اس آیت میں بیان ہے۔ کہ تقویٰ کا وہ درجہ حاصل کرو جو اس کا حق ہے۔ آپ حق تقویٰ کی وضاحت میں حضرت عبداللہ بن مسعود، اور ربیع، اور قتادہ اور حسن بصری سے روایت بیان کرتے ہیں۔ جو مرفوعاً خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔ کہ حق تقویٰ سے مراد ہے۔ کہ ہر کام میں اللہ کی اطاعت کی جائے۔ کوئی کام اللہ کے حکم کے برعکس نہ ہو۔ اللہ کو ہر وقت یاد رکھا جائے اس کو کبھی نہ بھولو۔ ہر دم اللہ کا شکر یہ ادا کرو۔ اور اس رب کی کبھی ناشکری نہ کریں۔ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں دوسری آیت سے بھی بیان فرمایا ہے کہ (اتقوا للہما تستطعم) یعنی اللہ سے ڈرو جتنی تمہارے میں صلاحیت ہے۔ جتنی تمہارے میں قدرت ہے۔ یعنی معاصی اور گناہوں سے بچنے کے لیے اپنی پوری سمت اور قوت لگا دیں تو تقویٰ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود کوئی ناجائز میں مبتلا ہو گیا۔ تو وہ حقوق تقویٰ کے خلاف نہیں۔

آیت کے اگلے حصے کے بارے میں (فلا تموتن الا وانتم مسلمون) آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس حصے سے معلوم ہوا۔ کہ تقویٰ حقیقت میں پورا اسلام ہے۔ آپ کے نزدیک اسلام اسی کو کہا جاتا ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے مکمل پرہیز گاری یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ اس آیت کے دوسرے حکم کے بارے میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ مسلمان کی موت اسلام پر ہی انی چاہیے۔ اسلام کے سوا

³ شاید علی، ڈاکٹر سید، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ناشر مکتبہ قاسم العلوم، ملتان ص- ۹۹-۱۰۰۔

⁴ آل عمران- ۱۰۲-۱۰۳

⁵ ابوالاعلیٰ مودودی، سید، تفہیم القرآن "ناشر ادارۃ ترجمان القرآن لاہور" جلد اول ص- ۲۷۷

کسی حال پر موت نہیں آنی چاہیے۔ آپ اس شعبہ کو دور کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ موت تو آدمی کے اختیار میں نہیں۔ کسی وقت کسی حال میں بھی آسکتی ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے آپ احادیث کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ ”ترجمہ، جس حالت میں تم زندگی گزار دو گے۔ اسی پر موت آئے گی۔ حشر کے دن اسی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ جس حالت میں موت واقع ہوگی۔“

اس حدیث کے مطابق آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جو انسان اپنی پوری زندگی اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے۔ اور اسلام کے مطابق گزارتا بھی ہے۔ اس پر انشاء اللہ اسلام کی حالت میں ہی موت آئے گی۔ اس کے برعکس آپ روایات نقل کرتے ہیں۔ کہ بعض آدمی ایسے بھی ہوں گے۔ کہ ساری زندگی نیک اعمال کرتے ہوئے گزار دیں گے۔ لیکن آخر میں کچھ ایسا کر جائیں گے جس سے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ لیکن یہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا۔ جن کے عمل میں شروع سے ہی خلوص اور مضبوطی نہ ہوگی۔ (واللہ اعلم) آپ دوسری آیت (واعلموا بحجبل اللہ جمیعاً) کو مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا دوسرا اصول یعنی باہمی اتفاق بیان کرتے ہیں۔ آپ نے اس بات کو نہایت بلیغ اور حکیمانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ سب سے پہلے وہ اصول اور ضوابط بیان کیے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان باہمی ربط اور متفق ہو سکتے ہیں۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق یعنی متفق رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد افتراق و انتشار پھیلانے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ نے اس بات کی تشریح ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ اتفاق سے مراد ایسا اتفاق قائم کرنا کہ اس کے قائم کرنے کے بعد دنیا کے تمام انسان کو کسی بھی ملک اور کسی بھی زمانے یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ سب کا اتفاق ہے۔ یعنی ایک بات ایک رائے پر قائم رہنا اس میں دورائے نہیں ہو سکتی نہ ہی ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں شاید کوئی شخص ایسا ہو۔ جو لڑائی جھگڑے کو مفید اور بہتر جانتا ہو۔ اس لیے دنیا کی ہر جماعت ہر گروہ لوگوں کو متفق رہنے کی ہی دعوت دیتی ہے۔ آپ ساتھ ہی دنیا میں موجود سب کے اتفاق پر ہونے کے باوجود کیا حالات ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ پوری انسانیت، فرقوں، گروہوں اور پارٹیوں میں ٹٹی ہوئی ہے۔ پھر ہر فرقے کے اندر مختلف فرقے اور پارٹی کے اندر مختلف پارٹیاں غرض یہ سلسلہ ایسا لامحدود ہے۔ کہ صحیح معنی میں دو لوگوں کا اتحاد و اتفاق بھی ایک افسانہ بن کر رہ گیا ہے۔ آپ اس پر مزید غور فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ ہر فرقہ و گروہ کے لوگ اپنے خود ساختہ پروگرام پر اتفاق کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے لوگ اپنے خود ساختہ پروگرام پر متفق یعنی اتفاق کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے ہی گروہوں اور جماعتوں کا افتراق و انتشار پھیلتا ہے۔ اور یہ انتشار وسیع و عریض ہوتا رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسی لیے قرآن مجید نے صرف اتحاد و اتفاق کو تنظیم و اجتماع کی نصیحت ہی نہیں بلکہ اسے قائم رکھنے کے لیے ایک عادلانہ اصول بھی بتلایا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے کسی گروہ کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ کسی انسانی دماغ یا چند انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کو دوسروں پر مسلط کر کے یہ امید رکھنا کہ اس سب اس نظام پر اتفاق کر لیں۔ انصاف کے خلاف اور خود کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اللہ رب العالمین کا بنایا ہوا نظام و پروگرام لازم و ملزوم ہے۔ کہ اس پر سب انسانوں کو اتفاق ہونا چاہیے۔ کوئی عقل اور سمجھ رکھنے والا انسان اس اصول سے انکار نہیں کر سکتا۔

لیکن اختلاف صرف اس بات کو پہچاننے میں ہو سکتا ہے۔ کہ رب العالمین کا بھیجا ہوا نظام کیا اور کون سا ہے۔ آپ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا کہ مشرکین کی مختلف جماعتیں اپنی اپنی مذہبی رسومات کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ لیکن اگر انسان اپنی عقل خداداد سے کام لے۔ تو یہ حقیقت ہے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ نبی کریم جو دین جو پیام قرآن کی صورت میں لے کر آئے۔ اس کے سوا کوئی نظام اللہ کے نزدیک قبول نہیں۔ آپ ان تمام باتوں کو قطع نظر کر کے بیان کرتے ہیں۔ کہ اس وقت ادھر مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں واضح بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ یہی کتاب (قرآن) ہی ایک ایسا نظام حیات ہے۔ جو بلاشبہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اور اس کی حفاظت کا

ذمہ بھی خود اللہ نے لیا ہے۔ اسی لیے قیامت تک اس میں کوئی کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر و تبدیلی نہیں۔ آپ یہاں غیر مسلم جماعتوں کی بحث کو نظر انداز کر کے ایمان والے مسلمانوں سے ہی مخاطب ہو کر بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے لیے صرف یہی لائحہ عمل ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کی مختلف پارٹیاں قرآن کے نظام پر اتفاق کر لیں۔ تو ہزاروں گروہی اور نسل و طبعی اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔ جو انسانی ترقی کی راہ میں حائل ہے۔ آپ کے نظریے کے مطابق اس کے بعد اگر کوئی باہمی اختلاف مسلمانوں میں ہو گا۔ تو وہ صرف فہم قرآن، قرآن کو سمجھنے اور تفسیر قرآن، قرآن کی تشریح و توضیح میں رہ سکتا ہے۔ ایسا اختلاف بھی اگر حدود کے اندر رہے تو وہ انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے مضر نہیں ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ ایسا اختلاف جو رائے عقلاء کے درمیان ہونا فطری امر ہے۔ سو اس پر قابو پانا مشکل نہیں۔ لیکن اگر قرآنی نظام سے بالاتر ہو کر ہماری پارٹیاں لڑتی رہیں۔ تو اس طرح کے اختلافات کا کوئی علاج نہیں رہتا۔ اسی طرح کے اختلاف اور انتشار کو قرآن نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ آپ نے اس جدید دور میں ملت کے درمیان بڑھتے ہوئے انتشار و افتراق کی بھی یہی وجہ بتائی۔ یعنی قرآنی اصول کو نظر انداز کرنا ہی بتلائی ہے۔

آپ نے اس آیت مذکورہ کو افتراق و انتشار کے مٹانے کا ذریعہ بتایا ہے۔ کہ (وَعَقِّمُوا بُجُلَ اللَّهِ جَمِيعًا) یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ آپ اس آیت میں اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید لیتے ہیں۔ اور اس بات کی توضیح روایات سے بیان فرماتے ہیں۔

کہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ جو جبل اللہ عب الحمد و من اسماء الی الارض یعنی کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے۔ جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے قرآن کو یاد دین کو رسی سے تعبیر کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ کہ یہی وہ رشتہ ہے۔ جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ایمان والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن کے اس ایک جملے میں آپ نے نہایت حکیمانہ اصول بتائے گئے ہیں۔ کہ ہر انسان پر لازم ہے۔ کہ اللہ کے بھیجے ہوئے نظام حیات یعنی قرآن پر مضبوطی سے عامل رہو۔ دوسرا یہ کہ سب مسلمان مل کر اس پر عمل کریں۔ تاکہ تمام مسلمان باہم متفق و متحد اور منظم ہو جائیں۔⁷

مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف: بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ آپ ڈرنے کا حق سے مراد یہ لیتے ہیں۔ کہ انسان اللہ سے اس طرح ڈرے۔ کہ وہ کفر اور شرک سے مکمل طور پر خود کو بچالے۔ اور ہر طرح کے گناہوں سے بھی خود کو بچالو۔ آپ مسلمانوں کے اتفاق کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ شرعی معاملات میں بلا وجہ لڑنا معصیت ہے۔ یعنی اشتتار و افتراق پیدا ہوتا ہے۔ تو اس سے بھی بچنے کا اور ڈرنے کا حق ادا کرنا کے برابر فرض ہے۔ آپ کی رائے میں کامل ڈرنے والا یہی اسلام کو پالیتا ہے۔ آپ مزید بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک متقی شخص ہی مسلمان ہے۔ اور اگر وہ شخص کامل تقویٰ اور کامل اسلام پر قائم یعنی مضبوطی سے پکڑے رہے۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ تو وہ اسلام ہی کے دائرے میں داخل ہو گا۔ اور اسی حالت پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔ اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ یعنی اس کامل تقویٰ اور کامل اسلام پر مرتے دم تک قائم رہنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ آپ (واعظمو) بحجل اللہ جمیعاً ولا تفرقو کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ آپ اللہ کی رسی کو اللہ کے سلسلے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ کے سلسلے کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یعنی اللہ کے دین کو جس میں اصول اور فروع سب شامل ہیں۔ کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اور اس طریقے سے اللہ کے دین میں اصول اور فروع کو بھی عمل پیرا ہو۔ کہ تمام امت مسلمہ اس پر اتفاق بھی رکھتے رہو۔ جس کی اس دین میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ اور آپس میں تفرقے یعنی نا اتفاقی میں مت پڑو۔ آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ

⁷ محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ء۔ ص ۱۲۶-۱۳۰

اسی تفرقے اور اسی نا اتفاقی کے بارے میں قرآن میں منع کیا گیا ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اللہ اس آیت میں بندوں کو اپنا انعام جو اس نے نوازا اس کو بھی یاد اسی سلسلے میں دلاتے ہیں؟ کہ اور تم پر جو اللہ کا انعام ہوا ہے۔ اس کو یاد کرو جب کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ یعنی وہ وقت جب اسلام نہیں غالب آیا تھا۔ جیسے اسلام سے پہلے اوس اور خزرج میں ایک طویل عرصے سے جنگ چلی آئی تھی۔ اور عام طور پر اکثر عرب کے لوگوں کا یہی کاہنی حال تھا۔ کہ بس اللہ نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی۔ سو تم اللہ کے اس انعام (تالیف بین القلوب) اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ آپ نے (حق تقانیہ) کی تشریح کرتے ہوئے مزید بیان فرمایا کہ ڈرنے کے حق کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ہم ذکر اللہ کی عظمت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کسی سے نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ پورا حق ادا کر سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنا آپ پر فرض کر دیا گیا ہے۔ اتنا حق پورا کرو۔ ہر طرح کے برے کاموں سے بچا کرو۔۔ آپ بھی تقویٰ کے درجات بیان کرتے ہیں۔ آپ تقویٰ کے درجہ ادنیٰ کی تفصیل میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ ادنیٰ تقویٰ سے مراد کفر و شرک سے بچنا ہے۔ یہ تقویٰ کے ادنیٰ درجے میں شامل کرتے ہیں۔ آپ اس آیت کے معنی میں یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ادنیٰ تقویٰ کو یہی کافی نہ سمجھو۔ بلکہ اعلیٰ اور کامل درجے کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس میں بہت سارے گناہوں سے بچنا شامل ہے۔ آپ (واعظمووا بحبل اللہ) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ (اتفاق فی دین) یعنی دین میں اتفاق کا حکم دیتے ہیں۔ اور تفرق یعنی فرقے سے بٹنے سے منع فرماتے ہیں۔ آپ نے اس آیت میں جو تفریق و اختلاف کی مذمت کی ہے۔ اس سے مراد ہے وہ تفریق لیتے ہیں۔ جو اصول دین میں ہو یا فروع میں۔ اصول دین سے مراد دین کی وہ تعلیمات جن کا تعلق فکر و تفکر سے ہے۔ اس کے مقابلے میں فروع دین ہے۔ فروع دین، دین کا وہ حصہ جس کا تعلق عمل سے ہے۔ فروع میں آپ نفسانیت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ آپ نے اہل اہوا کا اہل سنت کے ساتھ اختلاف کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔⁸

آیت۔۔ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِفُوا زُغُورًا حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ. فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهَ أَذًى مِنْ زَاوِيهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صَبَاءٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ. ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَبْلَةً حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ⁹

ترجمہ: حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔ ہاں اگر تم روک لیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو (اللہ کے حضور پیش کرو) اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈواؤ۔ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو۔ یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو۔ تو اس پر فدیہ ہے خواہ روزے رکھ لے خواہ صدقہ دے۔ خواہ قربانی کرے۔ پھر جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا بھی فائدہ اٹھائے۔ وہ جو قربانی میسر ہو۔ اسے اللہ کے حضور کر ڈالے۔ ہاں جسے طاقت نہ ہو تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات اس وقت جب تم واپس آؤ۔ یہ کل دس ہو گئے۔ یہ حکم ان کے لیے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔¹⁰

مولانا مفتی شفیع صاحب کا موقف: اس آیت کی روشنی میں آپ کا بیان ہے۔ کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن اور فرائض سے اسلام میں سے اہم فرض ہے۔ جس کے بارے میں بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔ اس آیت

⁸۔ اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ناشر مکتبہ رحمانیہ، لاہور جلد اول ص۔ ۳۶۷۔

⁹۔ البقرہ ۱۹۶۔

¹⁰۔ تقی عثمانی، مفتی، محمد، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، جلد اول ص۔ ۱۲۷۔

میں حج کے فرض ہونے کی شرط اور باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے پر اللہ کی طرف سے سخت وعید ہے۔ اور آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس آیت میں عمرے کا بیان فرضیت کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے گا۔ تو اس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو جائے گا۔ آپ کے خیال میں جیسے نفلی نماز روزے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ کہ شروع کرنے سے پہلے واجب ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی عمرہ واجب ہے یا نہیں اس آیت میں واضح معلوم نہیں ہو سکتا۔ البتہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص شروع کر دے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اس بات کی وضاحت آپ ابن کثیر سے باحوالہ ترمذی، احمد، بہیقی اور حضرت جابر سے روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ ان سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عمرہ واجب ہے۔ آپ نے فرمایا واجب تو نہیں۔ لیکن کر لو تو بہترین اور افضل ہے۔¹¹

آپ بیان فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے احرام ابو حنیفہ، امام مالک کے نزدیک عمرہ واجب نہیں سنت ہے۔ آپ (فان احصرتم) یعنی اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی مجبوری پیش آجائے۔ حج اور عمرہ دادانہ کر سکیں۔ تو کیا کریں اس بارے میں آپ شان نزول کے مطابق اسے فدیہ کے طور پر ایک قربانی دینا بیان فرماتے ہیں۔ شان نزول کے بارے میں آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو کفار مکہ نے مکہ میں جانے سے اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا۔ تو اللہ کا یہ حکم ہوا کہ حرام کا فدیہ ایک قربانی، بکری، گائے، یا اونٹ جو بھی آسانی سے دے سکو دے دیں۔ اور احرام کو کھول دیں۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ اگر اس حکم سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر آپ احرام کے حدود میں داخل ہو کر کسی بھی مجبوری کا سامنا کرتے ہو تو ایک قربانی فدیہ کے طور پر کر دیں۔ اور بعد میں قضا کرنا چاہیے۔ آپ نے اگلے جملے (ولا تحلفوروسکم) میں یہ بھی بتایا کہ سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا اس وقت تک جائز نہیں۔ جب تک فدیہ دے کر احرام نہ کھول دیں۔۔۔ آپ امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ کی رائے کو اس کو شامل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ کہ صرف دشمن کے حائل ہونے کے علاوہ بیماری وغیرہ کو بھی مجبوری میں شامل کیا جائے۔ آپ امام ابو حنیفہ کی رائے بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قربانی کو حدود حرم میں خود نہ لے کر جاسکے۔ تو وہ کسی دوسرے کے ذریعے بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اس آیت میں (فمن كان منكماً مريضاً اس به اذمن راسه) کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی بیماری کی وجہ سے یا سیر یا جسم کے کسی حصے کے بال منڈانے کی مجبوری ہو یا اگر جوئیں ہونے کی وجہ سے تکلیف ہو تو اس صورت میں بال منڈانا مشکل ہو جائے۔ تو کیا کرے بہتر یہی ہے کہ بال منڈا ہے۔ مگر اس کا فدیہ اور بدلہ یہ ہے۔ کہ وہ شخص روزے رکھے، صدقہ دے یا قربانی کرے۔ قربانی کی حدود و جگہ مقرر ہے۔ لیکن روزے اور صدقہ کے لیے کوئی جگہ متعین نہیں۔ جہاں چاہے ادا کر سکتے ہیں۔ آپ روزے اور صدقہ کی مقدار کے بارے میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ صحیح بخاری کی حدیث نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ کو ایسی صورت میں تین روزے رکھیں یا آدھا صیاع گندم کا صدقہ دیں۔ آپ آیت کے اگلے حصے میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے احکامات کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اسلام سے پہلے عربوں کا خیال تھا۔ کہ حج اور عمرے کو جمع کرنا سخت گناہ ہے۔ آپ زمانہ جاہلیت کے اس خیال کی اصلاح اس آیت کے آخری حصے کے نازل ہونے سے مراد لیتے ہیں۔ کہ آیت میں حدود اور میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے حج اور عمرہ کو ان دنوں میں جمع کرنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اشہر حج کے بعد دوبارہ عمرہ کے لیے سفر کرنا مشکل نہیں۔ لیکن حدود و میقات کے باہر سے آنے والے لوگوں کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان لوگوں کے لیے دور دراز سے عمرے کے لیے دوبارہ سفر کرنا مشکل ہے۔ آپ اشہر حج کو حج کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی دو صورتیں بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ میقات سے ہی حج اور عمرہ دونوں کا احرام اکٹھا باندھ کر ادا

¹¹۔ جامع ترمذی، باب حج کا بیان حدیث۔ ۹۲۲

کرنا اس کو صورت کو قرآن کہا گیا ہے۔ اس صورت میں احرام حج کی ادائیگی کے بعد ہی کھولنا ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا۔ پھر حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنا۔ اس صورت کو تمتع کہا جاتا ہے۔ آخر میں اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کی وضاحت بیان کرتے ہیں۔ تقویٰ کے معنی بیان کرتے ہوئے آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد اللہ کے احکام کی نافرمانی یا خداوندی خلاف ورزی سے ڈرنے اور بچنے کے ہیں۔ (واعلموا ان اللہ شدید العقاب) یعنی جو شخص جان بوجھ کر اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس پر اللہ کا سخت عذاب ہے۔ آپ آخر میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ ان کل حج اور عمرہ کرنے والے بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ کہ ایک تو وہ حج اور عمرے کے احکام کو جاننے کی پوری طرح کوشش ہی نہیں کرتے۔ دوسرا اگر ان احکام کو اگر جانتے بھی ہوں تو ان کے مطابق عمل نہیں کرتے غلط کار معلوم اور ساتھیوں کی وجہ سے ان لوگوں کے حج کے بہت سے واجبات چھوٹ جاتے ہیں آپ ایسے لوگوں کی اصلاح عمل کی دعا فرماتے ہیں۔¹²

مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف۔۔ اس آیت کی تفسیر میں آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو۔ وہ حج ادا کرے اور حج شروع سے ہی فرض ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص استطاعت نہ رکھتا ہو۔ تو اگر وہ شروع کر دے۔ تو اس پر بھی پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ آپ بھی عمرہ کو واجب یا فرض نہیں بلکہ سنہ مکہ ہی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی رائے بھی یہی ہے۔ کہ اگر عمرہ شروع کر دیں۔ تو اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر کسی قسم کے عذر یا راستے میں کوئی بد امنی یا کوئی بیماری جس نے مجبور کر دیا ہو کہ ہر حج و عمرہ ادا کر سکیں۔ اور وہ حرم تک نہ پہنچ سکے۔ تو وہ کسی ایسے شخص کے ذریعے اسی تاریخ تک حرم کے اندر، فدیہ کے طور پر اپنی طرف سے ایک جانور، جس کا اقل درجہ ایک بکری ہے، کی قربانی ادا کرے۔ اور آپ اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر حج کی دونوں صورتوں میں قرآن اور تمتع میں سے کسی بھی صورت میں ادا کر رہے ہو۔ تو دو بکری یا جانور یا استطاعت ذبح کر دینا۔ آپ نے مزید بیان فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ فدیہ قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے ادا کرنا ہو گا۔ آپ بھی سر منڈانے یا بال کاٹنے کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ جانور کے ذبح ہونے سے پہلے نہ منڈوائے۔ اور سر کے بال منڈوانے سے احرام کھل جائے گا۔ اور جو معاملات احرام باندھنے سے روک دیے گئے تھے۔ سب درست ہو جائیں گے۔ اور آپ فدیہ دینے کے بعد حج یا عمرے کو قضا کرنا بھی لازم قرار دیتے ہیں آپ عورت کا سر منڈانا حرام قرار دیتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ عورت کو چاہیے کہ وہ صرف ایک انگل کے بال کاٹے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ حج اور عمرہ پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی۔ بلکہ کسی اور وجہ سے سر منڈانے میں مشکل پیش آرہی ہے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیں۔ یا ایک بکری ذبح کر دے۔ یا مسکینوں میں بانٹ دے۔ آپ یہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ذبح کرنے کے لیے کوئی جگہ حرم میں متعین ہے۔ لیکن روزہ اور صدقہ کسی بھی جگہ دیا جائے۔ آپ حج کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔ آپ کے مطابق حج تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم افراد ہے۔ جس میں حج کے دونوں میں صرف حج ادا کیا جائے۔ دوسری قسم تمتع اور تیسری قسم قرآن دونوں سے مراد آپ حج کے دنوں میں عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ ادائیگی لیتے ہیں۔ تمتع اور قرآن میں جانور کو ذبح کرنا اور ایام قربانی میں حرم کے اندر ہی ذبح کرنا واجب سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کسی شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو۔ تو اس کے بدلے دس روزے اس پر واجب ہے۔ آپ احادیث سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ تین روزے تو دسویں ذی الحج سے پہلے ہی رکھ لیں۔ اور باقی سات حج کرنے کے بعد چاہے۔ اپنے وطن واپس آ کر رکھ لیں۔ یا وہیں رکھ لیں¹³۔ آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر دس ذوالحج سے پہلے تین روزے نہیں رکھ سکا۔ تو اب قربانی ہی فرض

12 محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲۸ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ء۔ ص ۷۷-۷۸-۷۹۔

13۔ جامع ترمذی، جلد اول حدیث۔ ۸۱۱۔

ہے۔ آپ حج کی اقسام کی تشریح میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ افراد ہر شخص کو جائز ہے۔ کہ وہ اس صورت کاج ادا کر سکتا ہے۔ لیکن تمتع اور قرآن جیسی صورت صرف انہی لوگوں کو جائز ہے۔ جو میقات کی حدود سے باہر رہتے ہوں۔ جو میقات کے اندر رہتے ہیں۔ ان کے لیے دونوں صورتوں کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔¹⁴

آیت: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَمَوْ كَافِرًا وَلَيْسَ عَلَيْكَ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْرَجْتَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ¹⁵

ترجمہ آپ سے پوچھتے ہیں۔ حرمت والے مہینے میں لڑائی کا حکم۔ آپ فرمادو۔ اس میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے، اور اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس پر ایمان لانا۔ اور مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا۔ اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں۔، اور اس کا فساد تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔، اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اگر ان کا بس چلے، اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے۔ پھر کافر ہی مر جائے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں۔ کہ ان کے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے، اور وہی دوزخی ہیں جو اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔¹⁶

مولانا شفیع عثمانی کا موقف: مولانا شفیع عثمانی اس آیت کے شان نزول کے بارے میں روایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہو گیا۔ ایک کافران کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور یہ جس روز قصہ ہوا۔ یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ مگر صحابہ اس کو جمادی الاخر کی 30 سمجھتے تھے۔ اور رجب کا مہینہ اشہر حرم میں سے ہے۔ کفار مکہ نے اس بات پر طعنہ زنی شروع کر دی۔ کہ مسلمانوں نے حرام مہینوں میں حرمت کا بھی خیال نہ رکھا۔ اس بات کی مسلمانوں کو فکر لاحق ہو گئی۔ تو انہوں نے حضور سے پوچھا آپ روایات کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ کہ بعض روایات میں خود کفار قریش کے کفار لوگوں نے بھی اس پر اعتراض کرتے ہوئے حضور سے سوال کیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور وحی اس سوال کا جواب ارشاد ہوا۔ کہ یہ لوگ آپ سے حرام مہینوں میں قتال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے۔ کہ اس حرام مہینے میں قتال کرنا واقعی جرم عظیم ہے۔ لیکن مسلمانوں سے یہ فعل جان بوجھ کر نہیں ہوا۔ بلکہ یہ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ جس کی وجہ تاریخ کا صحیح معلوم ہونا نہیں تھا۔ آپ اشہر حرام کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اشہر حرام سے مراد چار مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہے۔ اور انہی میں قتال حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کی بہت سی آیات میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان چار مہینوں میں قتال حرام قرار دیا آپ ایک دوسری آیت کے ساتھ وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ مثلاً "منھا اربع حرم ذلک الدین القيمہ" اور آپ اس آیت کی تفصیل میں مزید وضاحت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف خطبہ حجة الوداع میں نبی کریم کے بیان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ "منھا اربعة حرم ثلاث متواليات و رجب صفر"¹⁷ آپ ان مہینوں کی حرمت کے سلسلے میں ان آیات و روایات سے ثابت کرتے ہیں۔ آپ اس آیت کی تفصیل میں مزید وضاحت سے تشریح فرماتے ہیں۔ کہ امام تفسیر عطاء بن ابی رباح قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے باقی ہے۔ اور بھی مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے

¹⁴ اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ناشر مکتبہ رحمانیہ " لاہور جلد اول ص۔ ۱۳۸۔

¹⁵ البقرہ۔ ۲۱۷

¹⁶ احمد رضا خان، امام، ترجمہ کنز الایمان مع خزائن العرفان طباعت اول ۱۳۳۳ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۲۔

¹⁷ صحیح بخاری۔ باب غزوات کا بیان، جلد دوم حدیث ۱۵۹۱

ہیں۔ کہ بہت سے تابعین حضرات اس حکم کو غیر منسوخ قرار دیتے ہیں۔ آپ اس آیت کے منسوخ ہونے کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ جمہور فقہاء کے مطابق اور امام جصاص کے مطابق عام فقہاء، امصار کے مسلک کے مطابق یہ حکم منسوخ ہے۔ اب کسی مہینے بھی میں بھی قتال کرنا منع نہیں ہے۔ آپ اپنی تفسیر میں اٹھنے والے اس سوال کی بھی وضاحت فرماتے ہیں۔ کہ اس حکم پر کون سی آیت ناسخ ہے۔ اس بات کی وضاحت مختلف فقہاء کے اقوال سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کے مطابق بعض فقہاء نے فرمایا۔ کہ آیت "وقاتلوا المشركين كافة" حوالہ جات۔ اس کی ناسخ آیت ہے۔ اور آپ اکثر حضرات کے اقوال کے مطابق آیت "فاقتلوا المشركين حيث وجدتم" ¹⁸ کو ناسخ قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات "حيث"، لفظ کو اس جگہ زمانے کے معنی میں لیتے ہیں۔ کہ مشرکین کو جس مہینے میں اور جس زمانے میں پاؤ قتل کر دو۔ آپ اپنی تفسیر میں دیگر حضرات کے قول کے مطابق حضور کے اپنے عمل کو بھی لیتے ہیں۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اشہر حرم میں فرمایا۔ اور حضرت عامر اشعری کو اسی اشہر حرم کے مہینے میں ہی او طاس کے جہاد کے لیے بھیجا۔ اسی وجہ سے بعض فقہاء اس حکم کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ آپ جصاص رحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جصاص نے فرمایا۔ "وهو قول فقهاء الاحصار" روح المعانی نے بھی اسی آیت کے تحت اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور بیضاوی نے سورہ براءت کے پہلے رکوع کی تفسیر مظہری میں اس تمام دلائل کا جواب اس طرح دیا ہے۔ کہ اشہر حرم کی حرمت کی تصریح خود اس آیت میں ہے۔ جس کو ایۃ السیف کہا جاتا ہے۔ یعنی "ان عدة الشور عند الله اثنا عشر شهرا حرم في كتب الله يوم خلق السموات والارض منها أربعة" ¹⁹ یہ آیت آیات قتال میں سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اور خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف 80 روز پہلے ہوا ہے۔ اس میں بھی اشہر حرم کی حرمت کی وضاحت موجود ہے۔ اس وجہ سے بھی اس آیت کو اس کا ناسخ نہیں کہا جاسکتا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر مظہری میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ذوالقعدہ میں نہیں شوال میں ہوا ہے۔ اس لیے اس کو بھی ناسخ ہونے کی وجہ نہیں کہہ سکتے۔ آپ اس بات کی وضاحت تفسیر مظہری کے نقطہ نظر سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ آیت اشہر حرم میں قتال کی حرمت کے سلسلے میں جو مذکورہ آیت سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ اس میں سے ایک صورت میں مستثنیٰ قرار دے دی گئی ہے۔ کہ خود کفار ان مہینوں میں مسلمانوں سے قتال کرنے لگیں۔ تو مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لیے جوابی کاروائی کرنا جائز ہے۔ آپ آیت کے اس حصے کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ جس کی تصریح اس آیت میں ہے۔ (اشہر حرم ہا شہر احرام) 2-194-20 خلاصہ کلام۔ آپ کی تفسیر کے مطابق خلاصہ یہ ہوا کہ قتال تو ان مہینوں میں ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ یعنی آپ قتال کو حرمت والے مہینوں میں حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر کفار ان مہینوں میں سے کسی مہینے میں حملہ آور ہو جائیں۔ تو مسلمانوں کو بھی دفاع کی اجازت ہے۔ آپ اس بات کی وضاحت میں امام جصاص کی روایت جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل سے کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شہر حرام میں اس وقت تک قتال نہ کرتے تھے۔ جب تک قتال کی ابتدا کفار کی طرف سے نہ ہو جائے۔ ²¹

مولانا اشرف علی تھانوی کا موقف: آپ اس آیت کے شان نزول میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضی اللہ عنہ کا ایک سفر میں اتفاق کے ساتھ مقابلہ ہو گیا۔ ایک کافران کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس روز یہ قصہ ہوا۔ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ مگر صحابہ اس کو جمادی الاخریٰ کی تیس تاریخ سمجھتے تھے۔ اور رجب اشہر حرم میں سے ہے۔ پھر جب کفار نے اس واقعہ پر طعنہ زنی کی۔ کہ مسلمانوں نے تو

18۔ التوبہ۔ ۵

19۔ التوبہ۔ ۳۶

20۔ البقرہ۔ ۱۹۴

21۔ محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، "ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ء۔ ص۔ ۵۱۵

حرام مہینوں کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ اس بات کی وجہ سے مسلمانوں کو پریشانی ہوئی۔ تو حضور سے پوچھنے لگے۔ آپ یہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ بعض روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ خود کفار قریش کے بعض لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراض سوال کرتے تھے۔ تو اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ لوگ آپ سے اشرہ حرام میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے۔ مگر اس طور پر قتال کرنا مسلمانوں سے نہیں ہو بلکہ ایک غلط فہمی جو کہ تاریخ کے سمجھنے میں ہوئی ہے۔ جس کی وجہ ایسے ہوا ہے۔ یہ تو ایک تحقیقی ساجواب ہے۔ آپ مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ الزامی جواب تو یہ ہے۔ کہ کفار اور مشرکین کا تو کسی طرح سے جواز ہی نہیں کہ وہ مسلمانوں پر اعتراض کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حرام مہینوں میں لڑنا جرم عظیم ہے۔ لیکن کفار کی جو حرکتیں ہیں جیسا کہ وہ اللہ کی راہ یعنی دین سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ تاکہ لوگ ڈر کے مارے مسلمان نہ ہو جائیں۔ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ مسجد حرام یعنی کعبہ میں بت رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی عبادت کی بجائے ان بتوں کی عبادت اور طواف کرتے تھے۔ اور جو لوگ مسجد حرام یعنی کعبہ میں رہنے کے اہل تھے۔ یعنی اللہ کے رسول اور مومنین ان کو تنگ اور پریشان کرتے تھے۔ خانہ کعبہ سے نکل جانے پر مجبور کر دینا۔ جس کی وجہ سے ہجرت پہ مجبور ہوئے مسلمان۔ ایسی تمام حرکتیں ان کفار کی شہر حرام کی قتال کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ حرکت دین حق کے اندر فتنہ پر پا کرنا ہے۔ اور ایسا فتنہ پر پا کرنا ہے۔ اس قتل سے جو مسلمانوں سے ہوا ہے۔ بہت بڑھ کر ہے۔ آپ کے مطابق اول تو مسلمانوں سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ اگر فرض کریں ہوا بھی ہے تو اعتراض کرنے والے مشرکین کے اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے گناہ یعنی کفر و مزاحمت دین حق میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ آپ اس آیت کی وضاحت روح المعانی اور بیضاوی کی روایات سے نقل کرتے ہیں۔ کہ روح المعانی²² اور بیضاوی²³ میں سورہ براءت کے پہلے رکوع کی تفسیر میں دونوں علماء کرام اشرہ حرام میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے پر اتفاق کرتے ہیں۔ آپ اس آیت کے منسوخ ہونے کی نقل روح المعانی اور بیضاوی سے کرتے ہیں۔²⁴

آیت: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَبَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمَا آكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ²⁵

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں، کہہ دو ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ بہت زیادہ ہے ان کے فائدے سے، اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، کہہ دو جو حاجت سے زائد ہو، ایسے ہی اللہ تمہارے لیے احکام کو بیان کرتا ہے تاکہ تم دھیان کرو²⁶۔

مولانا شفیع عثمانی کا موقف: مولانا شفیع عثمانی شراب کی حرمت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیات مسلمان کے اتفاق سے کی آیات کہلاتی ہیں۔ آپ الجصاص والقرطبی کی متفقہ رائے پر اتفاق کرتے ہیں۔ یہ آیات کی آیات ہیں۔ لیکن شراب کی حرمت کے بارے میں اس کے بعد مدینہ میں آیات نازل ہوئی تھی۔ اسلام کے شروع میں شراب اگرچہ ہلال تھی۔ اور مسلمان عام طور پر پیتے بھی تھے۔ اس وقت اس آیت میں صرف اشارہ دیا گیا تھا۔ کہ یہ ایک اچھا فعل نہیں ہے۔ لیکن بعد کی آیات میں شراب کو شدت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا تھا۔ آپ اس

²² شہاب الدین، سید محمود آلوسی البغدادی، روح المعانی، دار اکتب العلمیہ بیروت لبنان جلد دوم۔

²³ ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر، البیضاوی، القاضی، دار الرشید دمشق، بیروت، جلد اول

²⁴ اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ناشر مکتبہ رحمانیہ، لاہور جلد اول ص ۱۵۰۔

²⁵ البقرہ ۲۱۹۔

²⁶ وحید الدین، خان، مولانا، تزکیر القرآن۔ مکتبہ الرسالہ نئی دہلی جلد اول، ص ۹۳۔

آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ آیت صحابہ کرام کی طرف سے سوال کی وجہ سے اللہ کی طرف سے جواب کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ آپ ان دونوں مسئلوں کو بہت اہم قرار دیتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ اسلام کے جاہلیت کے دنوں میں شراب خوری عام تھی۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت مدینہ میں شراب اور جوئے کا بہت عام رواج تھا۔ مولانا صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق حسنہ کے پیکر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے ہی ایسی چیزوں سے نفرت تھی۔ بعض صحابہ کرام بھی کچھ ایسی عادات کے مالک تھے جنہوں نے حلال ہونے کے زمانے میں بھی کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ انہی صحابہ کرام میں سے فاروق اعظم، معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسی احساس کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سوال کیا۔ شراب اور قمار انسان کی عقل کو خراب اور مال کو برباد کر دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ اس سوال کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جو کہ مسلمان کو شراب اور جوئے سے روکنے کے لیے پہلی آیات میں شمار ہوتی ہے۔ یعنی آپ کے مطابق یہ شراب کے منع کرنے کی پہلی آیات ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ اس آیت میں شراب اور جوئے کے فوائد کے ساتھ ساتھ نقصانات اور گناہوں کے بارے میں بھی اگاہی دی گئی ہے۔ اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ ان سے فوائد کی نسبت نقصان اور گناہ کی باتیں زیادہ ہیں۔ آپ گناہ کی باتوں سے مراد وہ چیزیں لیتے ہیں۔ جو کسی گناہ کی وجہ بن جاتی۔ جیسے شراب عقل و ہوا ساز کر دیتی ہے اور عقل و ہوا ساز زائل کر دیتی ہے۔ جو انسانوں کو برے کاموں سے روکتی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں شراب کو واضح طور پر حرام نہیں کہا گیا۔ لیکن اس کے نقصانات اور فوائد سے اگاہ کیا گیا تھا۔ اور یہ واضح کر دیا گیا تھا۔ کہ شراب کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ لہذا اس آیت کے ذریعے شراب کو ترک یعنی چھوڑ دینے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت سے صحابہ نے شراب کو تو اسی وقت چھوڑ دیا۔ اور بعض نے یہ سوچا کہ شراب حرام تو نہیں۔ اس لیے اس بات کا خیال رکھ کر کہ کوئی نقصان نہ ہو۔ شراب کو پینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ گناہوں میں پڑنے کی وجہ سے گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسی بات کہ پیش نظر آپ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے شراب نہ چھوڑی ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے صحابہ سے چند دوستوں کی دعوت کھانے کے بعد شراب پی لی تھی۔ اسی حال میں مغرب کی نماز کا وقت ہوا۔ تو ان میں سے ایک امامت کے لیے آگے بڑھا۔ اور نشے کی حالت میں سورہ قل یا ایہا الکفرین کو غلط پڑھا۔ اس وجہ سے شراب کو روکنے کے لیے دوسری آیت نازل ہوئی۔ (یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلاة وانتم 27) اے ایمان والو۔ تم نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ اس آیت میں نماز کے اوقات میں شراب کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا۔ باقی اوقات میں اجازت رہی۔ جن صحابہ کرام نے پہلی آیت کے بعد شراب نہ چھوڑ دی۔ انہوں نے اب دوسری کے بعد چھوڑ دی۔ کیونکہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے اس میں کوئی خیر نہیں۔ لیکن آپ نے بتایا کہ ابھی بھی ان دو آیات نزول کے بعد بھی شراب کو مکمل طور پر حرام نہیں کیا گیا۔ یعنی ابھی بھی واضح حکم موجود نہیں تھا۔ اس لیے کچھ حضرات ابھی بھی باقی اوقات میں پیتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ عتبہ بن مالک نے چند صحابہ کرام کی دعوت جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ کھانے کے بعد شراب کا دور چلا سعد بن ابی وقاص نے نشے کی حالت میں ایک قصیدہ پڑھا۔ جس میں انصار مدینہ کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح و ثنا تھی۔ اس پر ایک انصاری نے غصے میں اونٹ کے جبرے کی ہڈی سے سعد کے سر پر ماری۔ جس سے ان کو زخم آگیا۔ حضرت سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس انصاری کی شکایت کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا فرمائی۔ اللہ شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم بیان فرما دیں۔ اور قانون عطا فرمادے۔ اس پر تیسری آیت سورۃ المائدہ کی تفصیل کے ساتھ نازل ہوئی۔ جس میں شراب کو مکمل طور پر حرام قرار

دے دیا گیا۔ آیت ہے (یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر وانا نصاب)²⁸ آپ حرمت قمار کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ قمار کے لیے بولے جانے والا لفظ میسر مصدر ہے۔ جس کے لغت میں معنی تقسیم کرنے کے ہیں۔ جاہلیت عرب میں مختلف قسم کے جوئے کھیلے جاتے تھے۔ آپ قمار لفظ کے لیے بولے گئے لفظ میسر کی وجہ تسمیہ یہ بتانے کے لیے وضاحت کی ہے۔ کہ عرب کے رسم و رواج میں جوئے کی ایک قسم تھی۔ کہ وہ اونٹ ذبح کر کے حصے تقسیم کر لیتے تھے۔ اور پھر اس پر جو الگاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض کو ایک یا زیادہ حصے ملتے تھے اور بعض کو کچھ حصے نہ آتا۔ محروم رہنے والوں کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنا پڑتی تھی۔ پھر جو گوشت ہے۔ وہ فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ خود استعمال نہ کرتے تھے۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ اسی تقسیم کی مناسبت کی وجہ سے قمار کو میسر کہا گیا ہے۔ آپ صحابہ کرام و تابعین کے اتفاق کو بیان کرتے ہیں۔ کہ میسر میں قمار یعنی جوئے کی تمام صورتیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب بھی حرام ہے۔ آپ ابن کثیر اور جصاص²⁹ سے نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن عمر اور قتادہ، معاویہ بن صالح، عطاء اور طاؤس نے فرمایا، (المیسر القمار حتی لعب العسبان بالکعب والجوز) یعنی ہر قسم کا قمار میسر ہے۔ یہاں تک کہ بچوں کا کھیل، لکڑی کے کنگوں اور خروٹ وغیرہ کے ساتھ۔ آپ الجصاص سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے فرمایا۔ (المخاطره من القمار) یعنی مخاطرہ قمار میں سے ہے۔ آپ ایک اور روایت روح البیان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن سیرین نے فرمایا۔ جس کام میں مخاطرہ ہو۔ وہ میسر میں داخل ہے۔ آپ مخاطرہ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایسا معاملہ کیا جائے۔ جو نفع و ضرر کے درمیان دائر ہو۔ یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ بہت سامان مل جائے اور یہ بھی ہو کہ نہ کچھ نہ ملے مراد لیتے ہیں۔ آپ اہل کل کے دور کی بھی بات بیان کرتے ہیں۔ کہ اہل کل کے دور میں جو لاٹری کے مختلف طریقوں میں جو پایا جاتا ہے۔ یہ سب قسمیں قمار و میسر میں داخل ہوتی ہیں اور یہ تمام حرام ہے۔ آپ قمار اور میسر کی تعریف میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی مال کا مالک اس شرط پر بن جاتا ہے۔ جو ایسی صورت پر مبنی ہو جس کے واقع ہونے یا نہ ہونے کے برابر امکانات ہوں۔ یعنی دو افراد یا زیادہ افراد اس بات پر شرط لگاتے ہیں۔ کہ شرط کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتا۔ ایک فریق جیت کر نفع حاصل کرے گا۔ جبکہ دوسرا ہر کا نقصان ہوتا ہے۔ دونوں کو حالانکہ علم ہوتا ہے۔ کہ یا تو سب کچھ جیتیں گے۔ یا سب کچھ ہاریں گے۔ آپ جدید دور کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جوئے کی جتنی قسمیں اور صورتیں ہیں پہلے زمانے میں رائج تھی۔ یا آج کل کے زمانے میں رائج ہے یا آئندہ ہوں گی۔ سب میسر اور قمار اور جو اہل ایں گی۔ آپ معنی حل کرنے کا چلتا ہوا کاروبار، تجارتی اور لاٹری کی تمام صورتیں جوئے میں شامل کرتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ میں شطرنج اور چوسر وغیرہ کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ کسی کھیل پر اگر روپیہ کے ہارجیت ہو تو وہ حرام ہے۔ آپ صحیح مسلم کی روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا۔ جو شخص نزوشیر (چوسر) کھیلتا ہے۔ وہ گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔ اور آپ تفسیر ابن کثیر سے حضرت علی کے قول اور عبداللہ بن عمر کی روایت سے وضاحت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ کہ شطرنج تو نزوشیر سے بھی زیادہ بری چیز ہے۔³⁰ آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ شروع میں شراب کی طرح قمار بھی حلال تھا۔ آپ بتاتے ہیں کہ جب سورہ روم کی آیت (غلبت الروم) نازل ہوئی۔ تو قرآن نے خبر دی کہ عنقریب رومی غلب اجائیں گے۔ مشرکین مکہ نے اس کا انکار کیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح قمار کی شرط ٹھہرائی۔ اور مال وصول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے پر اظہار مسرت کے ساتھ مال کو صدقہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور اس لحاظ سے آپ کی رائے کے مطابق قمار

28۔ المائدہ۔ ۹۰

29۔ الجصاص ابو احمد بن علی الرازی۔ مترجم عبد القیوم۔ ”ناشر حافظ محمود احمد“ اشاعت ۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

30۔ عماد الدین، اسماعیل بن کثیر، الحافظ، مکتبہ اسلامیہ، ”ناشر محمد سرور عالم“ اپریل ۲۰۰۹ء جلد ۱

شروع میں حلال تھی۔ آپ نے بیان کیا کہ قمار کے متعلق بھی قرآن نے وہی ارشاد فرمایا گیا۔ جو شراب کے بارے میں آیا ہے۔ کہ اس میں منافع کم اور نقصان اور ضرر زیادہ ہے۔ آپ نے جوئے کا نام میسر رکھنے کی وجہ کے بارے میں ایک اور جگہ بتایا ہے۔ کہ اس کے ذریعے آسانی سے دوسروں کا مال اپنا بن جاتا ہے۔ جس میں نہ کوئی محنت ہوتی ہے نہ مشقت۔ آپ جدید دور کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دور میں جیسے شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نام رکھ دیے گئے ہیں۔ سود کی بھی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے اجتماعی بینکنگ کے نام سے ایجاد کر لیے گئے ہیں۔ ایسے ہی قمار اور جوئے کی بھی ہزاروں قسمیں نکل گئی ہیں۔³¹

مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان: شراب آپ اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ لوگ آپ سے شراب قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ ان دونوں چیزوں کے استعمال میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں۔ اور لوگوں کو بعض فائدے بھی نظر آتے ہیں۔ اور فائدے جو ہیں وہ ان کے گناہوں سے زیادہ نہیں۔ اس لیے دونوں کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ پہلے یہ دونوں چیزیں حلال تھیں۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ شراب اور جوئے کے متعلق سب سے پہلی آیت ہے۔ جو نازل ہوئی ہے۔ اس کا مطلب اس آیت کے نازل ہونے کا مطلب یہ نہیں تھا۔ کہ ان دونوں چیزوں کو استعمال منع ہے۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے اکثر اوقات دوسری باتیں ہیں۔ اور گناہ کی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہے انسان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور آپ کے مطابق قمار سے مال کے حاصل کرنے کی ہر ص بڑھ جاتی ہے۔ اور اس ہر ص کی وجہ سے چوری وغیرہ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی عادت کی وجہ سے مال میں منافع اور زیادہ سے زیادہ وصول کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ آپ اس آیت سے دونوں کی حرمت کا بیان کرنا مقصود نہیں لیتے بلکہ آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیات صرف ایک ان دونوں کو چھوڑ دینے کے لیے مشورے کے طور پر نازل ہوئی تھی۔ کہ جتنا نقصان ان سے ہوتا ہے اتنا فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ نفع تو معمولی سا ہے۔ اور نقصان بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس آیت کو سن کر بعض لوگوں نے تو فوراً دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ حرام نہیں ہے۔ اگر صرف شر اور فساد کا ذریعہ ہے تو ہم کچھ انتظام کر کے منافع کے لیے استعمال کیا کریں گے۔ کچھ صحابہ کے خیال کے مطابق یہ آیات منع ہونا ثابت نہیں کرتی۔ اس لیے انہوں نے پینا ترک نہ کی۔ اور وہ غلطی میں پڑ گئے۔ جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اگرچہ ترک نہ کرنے کی وجہ سے جنہوں نے شراب پی کر نماز پڑھی۔ اور غلط پڑھی تھی۔ تو اس وجہ سے نماز کے اوقات میں پینا بھی منع ہو گیا۔ یہ اس بارے میں دوسری آیت ہے۔ پھر اور اس کے بعد کی آیت میں جو کہ تیسری دفعہ نازل ہوئے۔ اس میں اس کو مکمل حرام کر دیا گیا اور یہی آخری حکم تھا۔ جس نے پہلے تمام احکام کو منسوخ کر دیا۔ یعنی آپ کے بیان کے مطابق آخری حکم نے پہلے دو احکام کو منسوخ کر دیا تھا۔ آپ بھی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں۔ کہ پہلی دو آیات کو اگلی آیات منسوخ قرار دیتی ہے۔³²

خلاصہ بحث:

تفسیر معارف القرآن میں مولانا شفیع عثمانی صاحب الفاظ کی لغوی تشریح اور معنی بڑی وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ اور آپ اپنی تفسیر میں مختلف علماء کرام کی رائے سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اور جگہ جگہ علماء کرام کا موقف بیان کرتے ہیں۔ تاکہ موضوعات کی تشریح اور تفسیر میں اختلافات اور تضادات کا مواد حاصل ہو سکے۔ جس سے پڑھنے والے کو مختلف فہمیں حاصل ہو سکیں۔ اور وہ اپنی ترجیحات کے مطابق تفسیر کا انتخاب کر سکیں۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں تفسیر بیان کرتے ہیں۔ مفتی شفیع عثمانی عربی الفاظ کے معنی اور ان کی تشریح بیان کرنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ اور آپ احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ و تابعین سے اپنی تفسیر کو مزین و آراستہ کرتے ہیں۔ آپ اس کے بعد

31 - محمد شفیع، مولانا مفتی، معارف القرآن، جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ء، ص ۵۲۲۔

32 - اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول، ص ۱۵۳۔

آئمہ اربعہ کے اقوال اور مذاہب فقہاء کی روشنی میں اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں اسرائیلی واقعات اور اخبارات کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ علماء و فقہاء کے مذاہب اور مسلک بھی بیان کرتے ہیں۔ آپ چونکہ حقیقت پسندانہ شخصیت ہیں۔ اسی کی روشنی میں مسائل بیان کرتے ہیں۔ آپ آیات الاحکام پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ المختصر آپ کی تفسیر معارف القرآن عصر حاضر کی بہترین اور آسان، سادہ تفسیر ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی جب کسی آیت کی تفسیر یا وضاحت اور تشریح کے لیے قلم اٹھاتے ہیں۔ تو سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر احادیث مبارکہ اور صحابہ تابعین سے آراستہ کرتے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں فلسفہ مباحث اور اسرائیلیات سے بھی بچتے ہیں۔ آپ نے اپنی تفسیر میں اختلاف کی صورت میں صرف مذہب حنفی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ضرورت پڑے تو دوسرے مذاہب کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ آپ کی تفسیر میں اسباب نزول و روایات، اختلاف، حکم و توحید، فقہیات، ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ اپنی تفسیر میں مکی اور مدنی سورتوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اور لغات کی رو سے الفاظ کے معنی بھی تحریر کرتے ہیں۔ آپ سلف صالحین کے اصولوں اور ان کی تفاسیر کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ تفسیر الجصاص سے بھی بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ آپ تفسیر میں اولایات بالآیات نقل کرتے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں سبھی آیات کی تفسیر کے ساتھ احادیث کا احاطہ بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ کی تفسیر میں صحیح روایات کو ہی لیا گیا ہے۔ آپ کی تفسیر میں تفسیر بالماثور عن الرسول وعن صحابہ کی پیروی کی گئی ہے۔ اور آپ ساتھ ساتھ امور عقلیہ کا بھی انتظام کرتے ہیں۔ آپ اجتہاد سے بھی کام لیتے ہیں اور مسائل کے سلسلے میں اپنی تقلید و کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ تاریخی واقعات بیان نہیں کرتے۔ آپ روح المعانی اور بیضاوی کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں بیضاوی، جلالین تفسیر رحمانی، الاقان، معالم التنزیل، روح المعانی احکام القرآن، تفسیر ابن کثیر سے مدد لیتے ہیں۔ آپ کی تفسیر کو بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ فنون حدیث اور فن رجال پر بڑی گہری بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ المختصر بیان القرآن عصر حاضر کی بہترین اردو تفسیر ہے۔

مصادر و مراجع

1. اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول ص ۳
2. شاہد علی، ڈاکٹر سید، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ناشر مکتبہ قاسم العلوم، ملتان ص ۹۹-۱۰۰
3. شاہد علی، ڈاکٹر سید، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ناشر مکتبہ قاسم العلوم، ملتان ص ۱۵
4. آل عمران ۱۰۲-۱۰۳
5. ابوالاعلیٰ مودودی، سید، تفہیم القرآن ”ناشر ادارۃ ترجمان القرآن لاہور“ جلد اول ص ۲۷۷
6. صحیح مسلم ۲۸۷۸
7. محمد شفیع، مولانا مفتی معارف القرآن، جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ ص ۱۲۶-۱۳۰
8. اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول ص ۲۶۷
9. البقرہ ۱۹۹
10. تقی عثمانی، مفتی، محمد، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔ جلد اول ص ۱۲۷
11. جامع ترمذی، باب حج کا بیان حدیث ۹۲۲
12. محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸ ص ۳۷۷-۳۸۸
13. جامع ترمذی، جلد اول حدیث ۸۱۱۔

14. اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول ص-۱۳۸
15. البقرہ-۲۱۷
16. احمد رضا خان، امام، ترجمہ کنز الایمان مع خزائن العرفان طباعت اول ۱۴۳۳ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۲۔
17. صحیح بخاری۔ باب غزوات کا بیان، جلد دوم حدیث ۱۵۹۱
18. التوبہ-۵
19. التوبہ-۳۶
20. البقرہ-۱۹۴
21. محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸۔ ص-۵۱۵۔
22. شہاب الدین، سید محمود آلوسی البغدادی، روح المعانی، ”دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان جلد دوم
23. ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر، البیضاوی، القاضی، دار الرشید دمشق، بیروت، جلد اول
24. اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول ص-۱۵۰۔
25. البقرہ-۲۱۹
26. وحید الدین، خان، مولانا، تذکیر القرآن۔ مکتبہ الرسالہ نئی دہلی جلد اول، ص ۹۳
27. النساء-۴۳
28. المائدہ-۹۰
29. الجصاص ابو احمد بن علی الرازی۔ مترجم عبد القیوم۔ ”ناشر حافظ محمود احمد“ اشاعت ۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد
30. عماد الدین، اسماعیل بن کثیر، الحافظ، مکتبہ اسلامیہ، ”ناشر محمد سرور عالم“ اپریل ۲۰۰۹ جلد ۱
31. محمد شفیع۔ مولانا مفتی۔ معارف القرآن۔ جلد ۲ ناشر ادارۃ المعارف کراچی، ”ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، اپریل ۲۰۰۸۔ ص-۵۲۲
32. اشرف علی تھانوی، مولانا محمد، تفسیر بیان القرآن، ”ناشر مکتبہ رحمانیہ“ لاہور جلد اول۔ ص ۱۵۳